

ذوقافتی رابطے

امریکہ - ہند تعلقات کے استحکام میں
ایک ہند نژاد امریکی سفارت کار کی کوشش۔

لورنڈا کیز لونگ

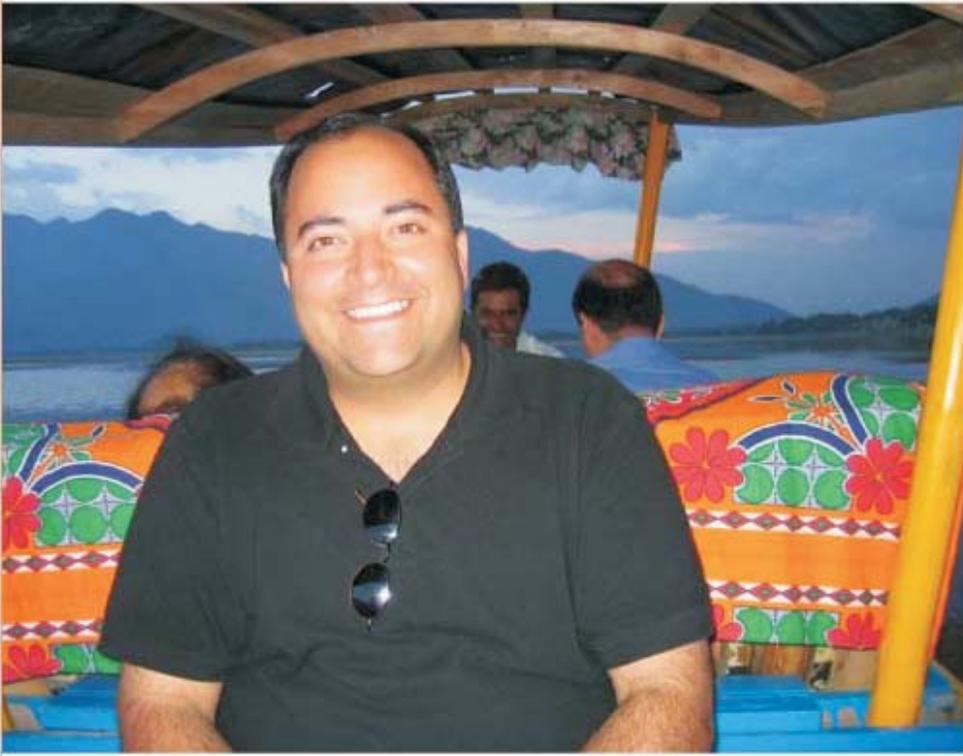
امریکی سفارت خانے میں نائب سیاسی
قونسلر اہل کیشپ کو یقین ہے کہ

آئندہ صدی میں ہندوستان امریکہ کا سب سے اہم دو طرفہ
تعلقاتی بننے جا رہا ہے۔ وہ تصور کرتے ہیں ایک ایسے منظر کا
جس میں دہائیوں لاکھ ہندوستانی اور امریکی ہر سال دونوں ملکوں
کے درمیان سفر کریں گے، صرف اپنے اہل خاندان سے ملنے یا
خرید و فروخت، تعلیم اور تفریحی و تاریخی مقامات کو دیکھنے کے
لیے نہیں بلکہ علاج و معالجے، تحقیق، ایجاد، سرمایہ کاری، حوصلہ
افزائی اور دنیا کو مزید محفوظ، آزاد اور سازگار بنانے کے لیے
مشترکہ جمہوری اقدامات کی حصداری میں شرکت کے لیے بھی۔

کیشپ کہتے ہیں ”میری تعلیم، کیریئر، نسلی تعلق اور اصل،
میرے اندر یہ یقین پیدا کرتی ہیں کہ مجھے اس تصور کو آگے بڑھانے
کے لیے وہ سب کچھ کرنا چاہیے جو میں کر سکتا ہوں۔ میری پیشہ
وراندہ زندگی کا یہ ایک خوش گوار حادثہ ہے کہ ہند امریکہ تعلقات کے
ایک انتہائی اہم مرحلے میں، میں ہندوستان میں ہوں۔“

۱۹۹۳ میں جب وہ ایک سفارت کار بننے تو یہی کہا جاسکتا تھا کہ
وہ اپنے خاندانی پیشے سے وابستہ ہو رہے ہیں۔ ان کی والدہ زوئے
کالورٹ نے اپنی خارجہ سروس کی پہلی ملازمت ۱۹۵۸-۱۹۶۰ کے
درمیان ہندوستان میں امریکی سفیر ویلسو رتھنگر کے ساتھ کی تھی۔
ان کا دفتر اس دفتر سے جہاں اب کیشپ کام کرتے ہیں صرف تیس
میٹر کی دوری پر واقع تھا۔ ان کا دوسرا اتر لندن کے امریکی سفارت
خانے میں ہوا، وہیں ان کی ملاقات کیشپ کے والد ڈاکٹر کیشپ
چند سین سے ہوئی، جنہوں نے بعد میں افریقہ، وسطی اور جنوب
مشرقی ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں اقوام متحدہ کی ملازمت اختیار
کر لی۔ اہل کیشپ کی اہلیہ کیرن بھی ایک سفارت کار ہیں اور نئی
دہلی کے امریکی سفارت خانے میں پریس آفیسر کے طور پر کام کرتی
ہیں۔ ان کے تین بچے ان کے ساتھ ہی رہتے ہیں۔

بحیثیت پبلسنگل آفسر کیشپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ امریکہ اور
ہندوستان کے درمیان مفاہمت کو فروغ دیں اور دونوں حکومتوں کو
ایک دوسرے کے تعاون کے ساتھ کام کرنے میں مدد دیں۔ ۳۵
سالہ کیشپ کہتے ہیں: ”اس خیال سے میں پر جوش ہو جاتا ہوں کہ
بالآخر ہم ہندوستان کے ساتھ ایسے تعلقات استوار کر رہے ہیں جو
بحیثیت ایک ہند نژاد امریکی، میں چاہتا ہوں کہ ۳۰، ۴۰، ۵۰ یا ۶۰



جموں کشمیر کے ڈال لیک میں شکار کا مزہ لیتے ہوئے
اتل کیشپ۔

برس قبل استوار ہو جانے چاہئیں تھے۔ سالوں ہمارے تعلقات
ایک دوسرے کے ساتھ معاندانہ نہیں تو کم از کم ایک دوسرے کے تئیں
عدم دلچسپی والے ضرور رہے ہیں۔ لیکن بالآخر امریکہ میں رہنے
والے ہند نژاد امریکیوں کی قابل ذکر تعداد، امریکی کمپنیوں کے
ذریعے ہندوستان میں بڑے پیمانے پر سرمایہ کاری، فزول تعلیمی و
سفری روابط کے سبب آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ہمارے دونوں ممالک
اس حقیقت کو سمجھنے لگے ہیں کہ وہ ایک مشترکہ زبان، مشترکہ ورثے،
مشترکہ مجموعہ اقدار اور دنیا کے بارے میں ایک مشترکہ نقطہ نظر کے
حامل ہیں، اور انہیں شروع سے ہی فطری شریک کار ہونا چاہیے تھا۔

اگر امریکہ اور ہندوستان اس تصور کو اپناتے ہیں جس کی نشان دہی
صدر جارج ڈبلیو بوش نے کی ہے تو ”وہ دنیا کو ایک بہتر جگہ میں تبدیل
کر دیں گے، وہ جمہوریت اور استحکام کو فروغ دیں گے اور کھلے
بازار کے تصور کو کامیاب کریں گے۔“ کیشپ کہتے ہیں: ”دوسرے
ممالک جو وہ چیز حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں جسے ہندوستان

پہلے ہی حاصل کر چکا ہے، یعنی ایک جمہوری، کثیر نسلی، دروادر، کثیر مذہبی،
آزاد، کھلے بازار والا اور مستحکم ملک ہندوستان کی طرف دیکھ سکتے ہیں اور
وہ یقیناً کہیں گے ”واقعی، اسے حاصل کرنے کا یہی طریقہ ہے۔“

کیشپ کی بعض ان لوگوں سے بھی ملاقات ہوتی ہے جو ان
مذکورہ خیالات میں ان سے اتفاق نہیں کرتے۔ لیکن وہ کہتے ہیں
”اسی لیے میں یہاں ہوں، تاکہ میں باہر جاؤں اور لوگوں کے
ساتھ رابطہ رکھوں اور اختلافات رائے و خیال پر ان کے ساتھ شائستہ
اور کھلا ہوا مکالمہ کروں۔ بہت سارے لوگوں کے لیے امریکہ بس
وہی ہے جو وہ ٹی وی پر دیکھتے ہیں۔“ لیکن اب بھی امریکہ کو مواقع
کی سرزمین کے طور پر دیکھا جاتا ہے اور لوگ آزادی و مواقع کے
اس جذبے اور احساس کو دنیا بھر میں دہرانا چاہتے ہیں۔ اور آپ
دیکھتے ہیں کہ روزانہ ہندوستانی آئی ٹی مہم جو اور دوسرے لوگ جو کہ
اپنی تقدیر خود بنانا چاہتے ہیں اور انتظار نہیں کرتے کہ دوسرے
ادارے انہیں آفر دیں، وہ یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنی زندگیاں بہتر
بنانے کی کوشش کرنے اور اپنے طور پر اس میں تعاون کرنے کا
موقع ملا ہے۔ اور بہت سارے اس کی تحریک براہ راست ہمارے

ہندوستانی زبانیں

سیکھنے کے لئے امریکیوں کی آمد

رمیش جین

ثقافتی، سماجی اور تاریخی پس منظر سے واقف نہیں ہیں تو آپ ان کے تنازعات نہیں حل کر سکتے۔“ اسی طرح یونیورسٹی آف کیلی فورنیا، سیٹا باربرا سے متعلق مذہبی مطالعات کے گریجویٹ، کیری سی سین شیریکو کا کہنا ہے، ”اس اسکالرشپ نے مجھے ایسے مقام پر جانے کا موقع عطا کیا ہے جہاں میری ہندی بہتر ہو جائے گی۔ میں علم الاقوام میں پی ایچ ڈی کر رہا ہوں۔ ہندی زبان کی دستاویزات پڑھ سکتے، ہندی میں گفتگو کر سکتے اور اسی زبان میں مقامی لوگوں سے انٹرویو لے سکتے کی وجہ سے مجھے مختلف ثقافتوں کو سمجھنے میں مدد ملی۔“

کچھ ایسے خیالات کا اظہار کر ڈیل یونیورسٹی سے آئی ہوئی جنوب ایشیائی مطالعات کی گریجویٹ، کولین ای۔ کیلی نے کیا، ”میری تحقیق کا دائرہ لکھنؤ کے گرو پش کارو معاشرہ ہے۔ چنانچہ اردو جاننے

کسی زبان کا سیکھنا، کسی دوسرے شخص کی زبان سیکھنا۔ ایک کارٹیک ہے۔ یہ دوسروں میں آپ کی دلچسپی کا حتماً ہے۔ جنوری میں نیشنل سکیورٹی لینگویج انٹی شی ایٹیو کا آغاز کرتے ہوئے جارج ڈبلیو بش نے کہا، ”کسی شخص تک رسائی پانے اور اس سے یہ کہنے کا کہ مجھے آپ کا لحاظ و خیال ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو معلوم ہو کہ میں نہ صرف آپ کے انداز گفتگو میں دلچسپی رکھتا ہوں بلکہ اس میں بھی دلچسپی رکھتا ہوں کہ آپ کس طرح رہتے ہیں یہ درحقیقت ایک اساسی طریقہ ہے۔“

امریکی انتظامیہ جن لوگوں کے بارے میں یہ چاہتی ہے کہ انہیں باشندگان امریکہ جانیں، سمجھیں اور ان کا خیال رکھیں، ان میں بنگالی، ہندی، پنجابی اور اردو بولنے والے ہندوستانی شامل ہیں۔ ۳۹



اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی میورین کراوین نئی دہلی میں لینگویج اسکالرشپ دیتے ہوئے۔

کے سبب میں تاریخ میں اپنی تحقیق مکمل کر سکیں گی۔“ امیریکن انسٹی ٹیوٹ آف انڈین اسٹڈیز کی ڈائریکٹر جنرل، پورنیا مہتا کہتی ہیں، ”لسانی پروگرام“ دوش بدوش کام کرنے کے جذبے سے پرائیک ایسا ماحول بنانے کی کوشش کرتا ہے جس میں طالب علم اپنی لسانی ضروریات اور لسانی پیش رفت کے مطابق خود اپنے آپ سیکھتا چلا جاتا ہے۔ طلبہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ثقافتی اور لسانی اختلافات کی باریک بینیوں کو سمجھنے کے لئے مقامی میزبان کمیونٹی سے انتہائی احترام کے ساتھ رابطہ استوار کریں گے۔ انسٹی ٹیوٹ، شریگاؤ کی رہائش کا نظم ان کمیونٹیوں میں کرتا ہے جہاں اس کی مطلوبہ زبان بولی جاتی ہے۔ چنانچہ بنگالی کے طلبہ کو لاکھنؤ قیام کریں گے، ہندی سیکھنے والے بے پور میں، اردو کے طلبہ لکھنؤ میں اور پنجابی طلبہ پٹیالہ میں رہیں گے۔ انسٹی ٹیوٹ، میزبان کمیونٹیوں میں رہنے کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ کلاس روم میں پڑھائی اور انفرادی ٹیوٹوریوں کے علاوہ فلم دکھانے اور ٹانگ اسٹیج کرنے کا منصوبہ بھی بنایا گیا ہے۔ □

امریکیوں نے وزارت خارجہ کے ایک اہم پروگرام کی مالی معاونت سے جاری کریشل لینگویج اسکالرشپ سے فیض حاصل کیا ہے۔ انہیں زبان کو بولنے، پڑھنے، لکھنے اور سمجھنے کے لئے اس موسم گرما میں، جملہ بالازبانوں کو بولنے والی کمیونٹیوں میں ۱۰ ہفتے گزارنے ہوں گے۔ اس پروگرام میں مزید ۵۱ امریکی یونیورسٹیوں میں ۱۰ ہفتے گزارنے ہوں گے۔ اس پروگرام کے دوسرے پروگراموں کے تحت ہندوستان کے دورے پر ہیں۔ وہ گڑگاؤں، ہریانہ میں واقع امیریکن انسٹی ٹیوٹ آف انڈین اسٹڈیز میں تعلیم حاصل کریں گے۔ انڈین اسٹڈیز کی تعلیم دینے والی ۵۰ سے زیادہ امریکی یونیورسٹیوں کے ایک مجموعے سے اس پروگرام کو تعاون حاصل ہوتا ہے۔

ان ۹۰ امریکی طلباء سے توقع ہے کہ وہ اپنی لسانی صلاحیتوں کا استعمال اپنے کیریئر اور پیشے میں کریں گے۔ اسمتھ کالج، میساچوسٹس سے آئی ہوئی، علم الانسان کی انڈرگریجویٹ، کول ایچ ٹیلر ہندی پڑھ رہی ہیں اور اسے حقوق انسانی کے میدان میں استعمال کرنے کی آرزو مند ہیں۔ وہ کہتی ہیں، ”حق تو یہ ہے کہ ہندوستان کے دیہی علاقوں میں لوگ انگریزی نہیں بولتے۔ چنانچہ اگر میں ان سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں تو ہندی اہم کردار ادا کرے گی۔ اگر آپ مخاطبین کے

فاؤنڈنگ فادرز کے مثالی نمونوں سے پاتے ہیں۔

کیٹپ ناٹجیر یا میں ایک امریکی شہری کے طور پر پیدا ہوئے، اس وقت جب ان کے والد وہاں ملازم تھے۔ اپنی عمر کے ابتدائی ۱۲ برس انہوں نے ناٹجیر یا، لیسوتھو، زامبیا، افغانستان اور آسٹریا میں گزارے، پھر اگلے ۱۲ برس چارلوس وے، ورجینیا میں، جہاں یونیورسٹی آف ورجینیا میں انہوں نے اپنی تعلیم مکمل کی۔ وہ کہتے ہیں: ”میں کسی ایک جگہ سے متعلق ہونے کا احساس رکھنا چاہتا تھا اور ان ۱۲ برسوں نے مجھے یہ چیز دی۔“ ان کی والدہ اور بھائی اب بھی وہاں رہتے ہیں۔

کیٹپ کے والد، جو اب امریکی شہری ہیں، میسور میں رہتے ہیں جہاں، اتفاق سے، کیٹپ کے پردادا نے سو برس قبل جنرل الیکٹریک کے لیے سوسائڈم بائیڈرو الیکٹریک پروجیکٹ کی تعمیر کا سپر ویزن کیا تھا۔ ڈاکٹر کیٹپ کی پیدائش پنجاب کے مظفر گڑھ میں ہوئی اور ابھی انہوں نے لاہور میں کالج کی تعلیم مکمل کی ہی تھی کہ تقسیم کا واقعہ پیش آیا۔ اکتوبر ۱۹۴۷ء میں ان کا خاندان بڈریٹرین دہلی پہنچا اور بالآخر پانی پت ہریانہ میں آباد ہوا۔ نئی دہلی میں یونیورسٹی کی تعلیم ختم کرنے کے بعد کیٹپ کے والد نے آٹھ برس تک شملہ میں حکومت پنجاب کے لیے کام کیا۔ انہوں نے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لندن اسکول آف اکنامکس سے حاصل کی، وہیں ان کی ملاقات کیٹپ کی والدہ سے ہوئی جن سے بعد میں انہوں نے شادی کر لی، ان کی والدہ کا تعلق نارٹھ کیرولائنا سے ہے۔ اقوام متحدہ کی سروس کے دوران انہوں نے تیس برس سفر میں گزارے۔

ہر موسم گرما میں اس خاندان نے امریکہ، یورپ اور ہندوستان میں سے ہر جگہ چند ہفتے چھٹی کے طور پر گزارے۔ کیٹپ کہتے ہیں: ”اس لیے میں اپنے ورثے کے دونوں جانب کا ادراک کرتے ہوئے بڑا ہوا۔“ اپنے امریکی لہجے اور پہلے سے ہندی کا علم نہ ہونے کے سبب بعض اوقات انہوں نے خود کو ایک اجنبی جگہ پر اجنبی محسوس کیا، جب وہ پانی پت میں اپنے پچھلازادوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے کی کوشش کرتے یا جب وہ بچپن میں ہندوستان کا سفر کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں: ”لیکن اس ملازمت کے لیے ہندوستان آنے سے قبل میں نے نو مہینے ہندی زبان کی تربیت حاصل کی اور اس نے سکون کے ایک احساس کا دروازہ کھول دیا جو مجھے کبھی حاصل نہیں تھا۔ اگر آپ انگریزی بولتے ہیں تو آپ اس ملک میں تیس کروڑ لوگوں سے بات کر سکتے ہیں، لیکن اگر آپ تھوڑی ہندی بھی بولتے ہیں تو شاید آپ ۵۰، ۳۰، ۲۰، یا ۵۰ کروڑ مزید لوگوں سے بات کر سکتے ہیں۔ اس لیے میں اس ابتدائی ہندی سے خوش ہوں جو کہ مجھے آتی ہے اور میں اسے استعمال کرتا ہوں جتنا کہ کر سکتا ہوں، گو کہ بہت سے لوگوں پر اس کا سنسگراں گزرتا ہے۔“ □